www.ahmadiyya.org

ہندوستان میں ابتداء سے ایک زمانہ دراز تک مسلمانوں کے دین و اسلام کی پابندی اور بہترین خیالات وقابل قدر نمونے اور آخر میں خیالات کے فساد و تفرقے و بدترین نمونے

تقریباً ۴۰۰ ہجری سے سلطان محمود غزنوی کے وقت ہندوستان میں مسلمان مضبوط قدم کے ساتھ داخل ہونے شروع ہوئے مذہب میں متحد۔ خدا کی طرف جھکے ہوئے اور اسی پر اون کا بھروسہ تھا اور اون کے دلوں میں نور ایمان موجزن تھا کہ مذہبی خیالات میں اتحاد، بات میں متفق اور بڑے عالی حوصلہ تھے اور مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ اون کے آگے ریزہ ریزہ ہوگئے اور ان کے درمیان مہتاب کے مانند بڑے بڑے نورانی مسلمان اور اہل اللہ پیدا ہوئے اور یہ شاندار زمانہ عالمگیر کے کچھ عرصہ بعد تقریباً ۱۱۵۰ھ تک قائم رہا۔ وہ غیر مذہب والوں کے مقابلہ میں مسلمان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اُسکی عزت کو اپنی عزت خیال کرتے تھے اونکے امراء و عوام کسی دنیاوی ناپائدار عزت و دولت کے لالچ غیر مسلم کی خاطر مسلمان کو ذلیل ہونے نہیں دیتے تھے سب حنفی مذہب کے پابند تھے۔ کوئی مولوی دوسرے مولوی کے برخلاف کسی لالچ سے جاہل مسلمانوں کی الگ جماعت نہیں بناتا تھا فروعی مسائل میں طعن و کفر کے فتووں کا نام نہ تھا وہ مسلمانوں میں تفرقہ قائم کرنے اور جیتے جاگتے مسلمان کے کافر بنانے کے مشتاق نہ تھے بلکہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر ہندوستان کے طول و عرض میں اسلام کو پھیلایا اور صرف غیروں کو اسلام میں شامل کرنے کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے اون پر خدا کا فضل رہا اور اوس کے سایہ میں اس جہان سے رخصت ہوکر اپنی دینی و دنیاوی یادگاروں کو چھوڑ گئے۔ جب ہندوستان میں پہلے پہل مسلمان داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ دنیا و آخرۃ کا نور قرآن و حدیث اور ان ہر دو کی تفسیر یعنی فقہ اور تصوف کو ساتھ لائے جن کے مطابق اون کے علماء و صلحاء اور اہل اللہ جن کی گنتی ناممکن ہے اون کو خدا اور رسول ؐ کے احکام بتاتے تھے پھر آخری زمانہ میں یعنی بادشاہ جہانگیر کے وقت شاہ عبدالحق محدث دہلوی حنفی نے علم حدیث و تفسیر و فقہ کی درس و تصنیف سے بڑی اشاعت کی پھر اون کے بعد شاہان دہلی یعنی شاہ عبدالرحیم۔ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالقادر۔ شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالعزیز۔ شاہ عبدالغنی۔ شاہ اسمعیل شہید اور شاہ اسحاق ؒ نے جو آخری زمانہ میں سرتاج محدثین ہند تھے علم تفسیر و علم حدیث و فقہ کی بڑے پیمانہ پر اشاعت کی اور یہ سب کے سب شاہ عبدالرحیم کی اولاد میں سے تھے اور یہ سب کے سب حنفی اور حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے اور یہ سب خاندان نقشبندیہ چشتیہ قادریہ اور سہروردیہ میں بیعت تھے اور دوسروں کو بیعت کرتے تھے اور ان سب نے بیعت کی برکت اور اُسکی ہدایت کی بابت کتابیں لکھیں جیسے ارشاد رحیمیہ در طریق حضرات نقشبندیہ از شاہ عبدالرحیم انفاس العارفین۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ الطاف القدس در اصول تصوف انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اعتقاد نامہ اور قول جمیل وغیرہ از شاہ ولی اللہ اسی طرح سے باقی حضرات کی کتابیں ہیں۔ پھر آخری زمانہ میں جو سلطنت اسلامی دہلی کی کمزوری و بداطواری اور ہندو مرہٹوں کے قبضہ کے ساتھ ساتھ بعض نادان مسلمانوں میں کفار ہند کے تمام رسوم کا رواج ہوگیا اور خاص کر دہلی تک کے بعض نادان مسلمان ہندوؤں کی طرح سے بچوں کی درازی عمر کی خاطر بچوں کے سر پر چوٹی تک رکھنے لگے اور ہندو مندروں میں بتوں سے مدد مانگتے اور اونکے آگے گاتے بجاتے تھے تو مسلمانوں نے اونکی نقل یوں اُتاری کہ مزاروں پر جاکر بجائے فاتحہ اون سے مدد مانگنا شروع کیا۔ اور نیز اس وجہ سے کہ قدیم زمانہ میں بزرگان چشتیہ کے اہل دل چند خاص بزرگ عوام سے خالی خلوت خانہ میں جمع ہوکر اپنے درمیان میں ایک باشرع خوش آواز بزرگ سے نظم یا نثر میں خدا کی تعریف عالم برزخ و آخرۃ کا حال بلا مزامیر سن لیا کرتے تھے تاکہ اون کی وجدانی حالت میں توجہ حاصل ہوسکے پس اب کیا تھا ہندوؤں کے بت کے آگے گانے بجانے کی نقل اتارنے کے لئے اس کی آڑ لے کر مزاروں پر گانا بجانا شروع کردیا جیساکہ پجاریوں کو آمدنی ہوتی تھی اُن کو بھی ہو تو ویسے خاص آمدنی ہونے لگی نیز ہندوؤں کی طرح سے اون کے رسومات کے بالمقابل دیگر رسومات کو اپنے یہاں دوسرے رنگ میں شرع کے خلاف جاری کیا جیساکہ کسی مزار کی طرف منہ کرکے گیارہ قدم چلنا۔ چراغ جلاکر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا۔ مزار والوں کی روحانی طاقت سے نفع کی امید و نقصان کا خوف نذر نیاز۔ کونڈے۔ توشے۔ تین کوڑی۔ نمک۔ پنج تن تجکو راضی کرے۔ اللہ و فلاں بزرگ تیری مدد کرے۔ دادا پیر تجکو خوش رکھے۔ یا علیؓ یا حسینؓ یا مشکل کشا کسی بزرگ کے نام جانور ذبح کرنا رام لیلا کے جواب میں تعزیہ کسی کے نام کی قسم کھانا۔ کسی کی آواز سے بدشگونی۔ سیتلا کی پرستش۔ کتاب میں فال دیکھ کر تجھپر فلاں پیر خفا ہیں اس وجہ سے اولاد یا رزق کی کمی ہے۔ لال پری کی خفگی۔ دولھا و دولہن کے سہرے۔ طاق شہیدان و سید۔ مزاروں پر سجدے تعظیم وغیرہ وغیرہ اس قسم کی رسومات جو ہندو اپنے بتوں اور دیوتاؤں کے حق میں ادا کرتے تھے مسلمانوں نے اپنے بزرگان دین کے حق میں بلا دلیل اور شرع اسلام کے خلاف ادا کرنے شروع کئے اور اگر کوئی سمجھاتا تو ان میں کے خود غرض مصنوعی صوفی و مجاور وغیرہ جن کو ان ترکیبوں سے آمدنی ہونے لگی تھی یہ کہتے کہ اس کا عقیدہ خراب ہوگیا ہے۔ پس شاہ اسمٰعیل شہید حنفی نے ان کی اصلاح کے لئے کتاب تقویۃ الایمان لکھی جو شرعی حیثیت سے چاروں مذہب کے مطابق تھی مگر طرز بیان قدرے سخت تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ جو بدعات کے شوقین ہوگئے تھے اوس سے نفرت کرنے لگے مگر علمائے شرع اس سے خوش ہوگئے اور اس کے ساتھ ہی شاہ اسمٰعیل شہید نے جو چاروں خاندانوں میں بیعت تھے ایک کتاب **صراط مستقیم** فارسی میں تحریر فرمائی جو عام طور پر ملتی ہے جس میں قادریہ نقشبندیہ۔ سہروردیہ چشتیہ سلسلوں کے کل اوراد کے طریقے فارسی زبان میں بہترین طرز پر تحریر فرمائے ہیں شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز کے بعد اس خاندان میں بیان تصوف و سلوک میں اور کسی نے ایسی بہتر کتاب تحریر نہیں کی ہے جو روحانی عالم کا آئینہ ہے اور لکھا ہے کہ جیسا ظاہری علم بلا استاد ناممکن ہے ایسا ہی باطنی علم بلا پیر باشرع ناممکن ہے اور لکھا ہے کہ جب تک عالم طریقت و شریعت کا جامع نہو گا حقیقی طور پر رسول ؐ کا نائب بھی نہیں ہوسکتا۔ اور طریقت کا علم اوس سے حاصل ہوگا جو کسی خاندان و سلسلہ میں ہو اور کامل ہو اور لکھا ہے جس خاندان میں انسان مرید ہو مثلاً چشتیہ میں (اونکی اصل عبارت صفحہ ۱۱۱) طالب را باید کہ باوضو دوزانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابرین طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب ایزد پاک بتوسط ایں بزرگان نماید و بہ نیاز و زاری بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید۔ یعنی باوضو دوزانو بیٹھ کر فاتحہ کا ثواب ان بزرگوں کو بخش کر اور اونکی برکت کا واسطہ دیکر خدا سے دعا کرے کہ مجھ پر اپنی معرفت و محبت کے دروازے کھولدے اور پھر ذکر دو ضربی شروع کرے اور صفحہ ۱۵ پر ہے کہ خاص اہل باطن کو بزرگوں کے مزارات سے روحانی نفع حاصل ہوتا ہے مگر اس کا ذکر عوام سے نکریں ورنہ فساد و شرک میں پڑجائیں گے ۲۲ پھر شاہ اسمٰعیل شہید کے بعد شاہ اسحاق حنفی قادری نقشبندی ہوئے جو اس خاندان کے سب سے آخری بزرگ تھے آخری زمانہ میں حدیث۔ تفسیر و فقہ میں یہ استاد کل تھے۔ نواب قطب الدین مصنف مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ مولانا احمد علی شارح بخاری مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ سب انہی کے شاگرد تھے اور انھیں کے شاگردوں میں سے پورب پٹنہ عظیم آباد کی طرف کے رہنے والے مولانا نذیر حسین تھے جو دہلی میں مقیم تھے۔ جو ایک سو بارہ برس کی عمر پاکر ۱۹۰۲ء میں فوت ہوگئے۔ اپنی ذات سے بڑے نیک آدمی تھے شافعی کو شافعی اور حنفی کو حنفی مذہب کے مطابق فتوے دیا کرتے تھے اور مرتے دم تک بزرگان دین پر طعن کرنے سے پاک تھے کیونکہ وہ مذاہب اربعہ کو حق جانتے تھے۔ مگر بعض لوگ بدعات مذکورہ میں مبتلا تھے وہ بظاہر اپنے آپ کو حنفی یا شافعی بتاتے تھے (جیساکہ آج تک بتاتے ہیں) بلکہ اپنی جہالت سے ان میں کے بعض یہانتک ظاہر کرتے تھے کہ ایسے ایسے اعمال و بدعات امام ابوحنیفہ وغیرہ کے مذہب میں داخل ہیں اور جو ایسے اعمال و بدعات کو حق نہ جانے وہ مذہب سے خارج ہے۔ حالانکہ ایسے اعمال کرتے ہوئے نہ وہ

www.ahmadiyya.org

حنفی ہو سکتے تھے نہ شافعی بلکہ اُن سے قطعی خارج اور اُن کا یہ کل کلام غلط تھا پس اسکا علاج مولوی نذیر حسین نے اپنی عمر کے آخری ثلث میں یہ سوچا کہ لوگوں کو مذاہب اربعہ ہی سے برگشتہ کیا جائے
کہ ہمہ گش گیرتا بہ تپ راضی شود۔ اور یہ کہا جاتے کہ نئے سرے سے حدیث سے مسائل نکالو اور اُن پر عمل کرو پس مولانا نے اس مہم پر فتح پانے کے خیال سے مندرجہ بالا علماء و نیز تمام قدیم علماء کے
مسلک کے خلاف قدم اٹھا کر اپنے شاگردوں کو یہ ہدایت کرتے رہے کہ قدیم بزرگوں کی تحقیق کی قرآن و احادیث کو ضرورت نہیں ہے تم خود حدیث پر غور کر کے مسائل نکال کر عمل کرو اس ترکیب سے انھوں نے
اہل حدیث کی ایک نئی قسم کی الگ جماعت کھڑی کر لی تاکہ وہ خاص طور پر بدعات کی روک کے لئے کوشش کرے مگر ان کے بعد اونکے شاگرد یعنی اس جماعت کے عالم مولانا کے اصل مطلب کی حد پر قائم نہ رہے
بلکہ ضد بحثی میں آکر بے فائدہ فروعی مسائل میں جھگڑہ اُٹھایا اور غلو سے کام لیکر اور جاہل مسلمانوں کی ایک کافی جماعت الگ کر کے اون کے دل میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بغض قائم کیا۔ اور جیسے
خارجی دوسرے مسلمانوں کو یہ کہکر کافر بنایا کرتے تھے کہ یہ خدا اور رسولؐ کو نہیں مانتے بلکہ علیؓ و معاویہؓ کو مانتے ہیں ایسا ہی ان کے بعض عالم غلو میں آکر اور غلط راستہ اختیار کر کے اپنی جاہل جماعتوں کو
سبق پڑھانے لگے کہ یہ دوسرے مسلمان سب مشرک ہیں کہ یہ خدا اور رسولؐ کے مذہب کو نہیں بلکہ ابو حنیفہ و شافعی کے مذہب کو مانتے ہیں اور یہ اصل بات اون پر ظاہر نہ کی کہ مسلمان ابو حنیفہ و شافعی کو اگر
مانتے بھی ہیں تو قرآن و احادیث کے مطالب کو سمجھانے کے لئے بطریق استاد مانتے ہیں پس اس غلو و زیادتی کی وجہ سے اس جماعت کے بعض لوگ راہ راست سے ہٹ گئے کیونکہ یہ غلط بیانی غیر قابل معافی
گناہ ہے بلکہ ان کے بعض عالموں نے یہانتک غلو سے کام لیا کہ اپنی جاہل جماعتوں کے دل میں بعض بزرگان دین و ائمہ کی بُرائی جمادی اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی بدولت رافضی اپنے
چہروں سے الگ پہچانے جاتے ہیں کہ دینداری غلط بیانی سے ہاتھ نہیں لگتی جس زمانہ میں مولانا نذیر حسین ایسے خیالات کے درپے تھے اوسی زمانہ میں تین صاحب اور بھی تھے اور ہر ایک نے دیکھا دیکھی الگ الگ راستہ
اختیار کیا یعنی مولوی سر سید احمد خاں نے قرآن کو نیچر (ظاہری خود ساختہ عقلیات) کی طرف لانے کی کوشش کی اسکے لئے ایک ناتمام تفسیر بھی لکھی یہ صرف اسلئے تاکہ علیگڈھ کالج کے لڑکوں کو اپنے خیال کے
مطابق قرآن کے مضامین سمجھا سکے۔ اسکے پیرو نیچری کہلائے اور پھر اوسنے اسی طرز جدید پر توریت و انجیل کی تفسیر بھی لکھی۔ اور مولوی عبد اللہ چکڑالوی پنجابی اول اہلحدیث بن گئے اور جب دیکھا کہ لوگ احادیث
میں اختلاف کرتے ہیں تو اپنی بدبختی سے تمام احادیث و کتب شرع سے انکار کر کے کہا کہ صرف قرآن پر غور کرنا اور اوس سے مسائل برآمد کرنا کافی ہے ادسکے پیرو اہل قرآن کہلاتے۔ اسی زمانہ میں پادری لفرائی
پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لیکر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آیندہ کی مدد کے مسلسل
وعدوں کا اقرار لیکر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا اسلام کی سیرۃ و احکام پر جو اوسکا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام و سیرۃ رسولؐ اور احکام انبیا بنی اسرائیل اور اونکی سیرۃ جن پر اوسکا ایمان
یکساں تھے پس الزامی و نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیا کے زمین میں مدفون ہونے کا جملہ عوام کے لئے اوسکے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد
قادیانی کھڑے ہو گئے اور لفرائی اور اوسکی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جسکا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنیکی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادتمند ہو
تو مجکو قبول کر لو اس ترکیب سے اوسنے لفرائی کو اس قدر تنگ کیا کہ اوسکو اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اوسنے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دیدی مگر اس کامیابی
کے بعد دو سبب سے وہ اس عقیدہ پر جم گیا اول اس وجہ سے کہ کہیں پادری دوبارہ حملہ نہ کر دیں اور انکار کے بعد جو مجکو دوبارہ دعوی کرنا ہوگا تو وہ مصنوعیت پر محمول ہو کر بے کار ثابت ہوگا دوم اس وجہ سے کہ
اس کامیابی کی وجہ سے جدید انگریزی تعلیم یافتہ اور ظاہری قومی تعمیر کے دلدادہ مسلمانوں کی ایک جماعت اوسپر ایمان لا کر قادیانی ہو گئی تھی جو اوسکی ایسی عزت کرتی تھی جیسا کہ چاہیئے اسوجہ سے وہ مرتے
دم تک اس عقیدہ پر جما رہا اور قرآن و احادیث کی نامناسب طور پر تاویل کرتا رہا۔ یہ چار صاحب اب فوت ہو کر دوسرے جہان میں پہونچ چکے ہیں جس جس نیت سے انھوں نے یہ کام کیا ہوگا وہ اللہ پر روشن ہے
اور اُسی کے قبضہ میں انکا حساب ہے مگر انکی بدولت انتشار ضرور ہوا کہ جاہل مسلمانوں کی جماعتیں بلا ضرورت تین تفرقہ ہو گئیں۔ کاش وہ ایسا نہ کرتے کیونکہ اپنے مخالفین کو سمجھانا یا جواب دینا صداقت کو اپنے
قبضہ میں رکھتے ہوئے بھی ہو سکتا تھا جیسا کہ قرآن میں صداقت کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہوئے لوگوں کو سمجھانے کے راستے خدا نے بتائے ہیں ؎ خلاف پیغمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ سعدی
پادری لفرائی مع اپنی جماعت کے ہندوستان میں رہ کر بارہ سال تک مختلف مذاہب سے مناظرہ کرتا رہا۔ مولوی غلام احمد قادیانی نے تو اپنا پہلو بدل کر اوسکو اور اوسکی کل جماعتوں کو عاجز کر دیا مگر ہندو اوسکے
حملوں سے کچھ پریشان سے ہو گئے اور اُسنے بہت سے شریف خاندان تک کے ہندوؤں کو عیسائی بنالیا کیونکہ اس مذہب کے چار وید اور ۱۸ پوران جن سب کو وہ حق اور برہما (نام دیوتا) کے منہ سے نکلے ہوئے بتاتے ہیں
یہ سب اشلوکوں و منتروں (اشعار) کے مجموعے ہیں جنمیں سے بعض میں اخلاق کی درستی و سنیاس اور جوگ (ترک دنیا و روحانی حالت کی درستی) لوگوں کے ساتھ انصاف جیسے عمدہ مضامین بھی ہیں مگر
ان میں اوس زمانہ کے شاعروں نے اوس زمانہ کی تہذیب کے مطابق اپنی دیہاتی زندگی کا خاکہ بھی بیان کیا ہے اور کہیں دیوتاؤں اور اوتاروں سے نفع و نقصان کی امید اور اونکی مورتیوں کی
پرستش اور پھر انتظام عالم پر اونکی آپس میں خوفناک لڑائیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور وید کے منتروں (اشعار) میں سورج۔ چاند۔ اگنی (آگ) ابر۔ پانی۔ دریا درخت وغیرہ دیوتاؤں کی تعریف و پرستش کا
بیان ہے اور گھوڑے۔ گائے۔ اور انسان وغیرہ کی یگ (قربانی) کی تاکید و ثواب کا بیان ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ بڑا مالدار اور دشمن پر فتح پائے گا اور کہیں گانے بجانے اور غیروں کے مقابلہ اپنی
مویشیوں کی تعریف اور اُن کے لئے عمدہ چراگاہوں کی دستیابی کی آرزو ایک دوسرے سے مویشیوں کے چرانے کا بیان ہے۔ دیوتا اونکے یہاں تین قسم کے تھے از قسم انسان جیسے برہما۔ مہادیو۔ بشن
پیدا کرنا۔ مارنا اور رزق دینا بالترتیب ان کا کام خیال کرتے تھے مگر بوجوہ چند برہما کی عبادت نہیں کرتے اور سب سے زیادہ مہادیو اور اس سے کم بشن کی عبادت کرنے کو لکھا ہے اور از قسم ملائکہ جیسے جم راج
(جس کے آگے مردوں کی روحیں پیش ہوتی ہیں پھر وہ اونکو سوگ (جنت) یا نرک (دوزخ) وغیرہ میں روانہ کرتا ہے) اندر جو جنت کا راجہ ہے اور ابر کا راجہ بھی اسی کو خیال کرتے تھے جو ابر میں گرج کر اپنے
آنے کی خبر دیتا ہوا پھر بارش برساتا ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اور بہت سے دیوتا ہیں اور شیطان کو دیت کہتے تھے ان ظاہری اسباب کی تعریف و پرستش کے سوا خدا کے مختار کل ہونے یا ہر چیز کے وجود
و فنا اوسکی مرضی و قدرت پر موقوف ماننے یا اوسکی خالص عبادت یا انسان سے خدا کا براہ راست تعلق کا بیان ان میں نہیں ہے اور انکی کتابوں میں سورگ (جنت) نرک (دوزخ) اور ان میں مرنے
کے بعد انسان کے داخلہ کا صاف ذکر ہے مگر یہ داخلہ خدا کی عبادت یا مہربانی یا اوسکی ناراضگی سے نہیں بلکہ دیوتاؤں کی عبادت و مرضی و قہر پر موقوف بتایا ہے اسوجہ سے بجائے خدا دیوتاؤں کی عبادۃ کو
لکھا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ۲۴ مرتبہ خدا زمین پر انسانی و دیگر جانداروں کی صورت میں آچکا ہے جسکو وہ اوتار بتاتے ہیں مثلاً لکھا ہے کہ راجہ رامچندر جی کے جسم میں انسانی روح نہ تھی بلکہ خدا تھا اور نیز یہ کہ خدا
مچھلی اور کچھوے اور نیز کرشن جی وغیرہ کی صورتوں میں آچکا ہے ان کا یہ عقیدہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ عیسائیوں کے ایک فرقہ کا ہے کہ خدا عیسیٰؑ کی انسانی صورت اختیار کر کے زمین پر آیا۔ قرآن میں خدا فرماتا
ہے کہ ہر مقام پر ہم نے پیغمبروں کو بھیجا مگر بعد میں اون لوگوں نے اوس پیغمبر کے دین کو اپنے خیالات کے ملانے سے بگاڑ دیا اور حدیث میں ہے کہ ۱۲۴۰۰۰ پیغمبر آچکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ قدیم زمانے میں
نہ چھاپے خانے تھے اور نہ تحریر کا رواج تھا تاکہ اونکی ہدایات قلم بند اور محفوظ ہوتی بلکہ حضرت موسیٰؑ سے قبل جس قدر پیغمبر گزرے ہیں اونکی ہدایات زیادہ تر زبانی طور پر ہوا کرتی تھیں۔ ہندو مذہب کے بعض

www.ahmadiyya.org

خیالات (جیسا کہ ذکر جنت ۔ دوزخ یا فرشتے) سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ لوگ وسط ایشیا و اطراف بابل میں تھے تو کسی نبی کی ہدایات کے تابع تھے اور اوس زمانہ میں لوگوں کی دولت زیادہ تر مویشیوں اور اس سے کم زراعت پر منحصر تھی پھر بوجہ گنجان آبادی اور چراگاہوں کی تلاش کی غرض سے جب کچھ قبائل وہاں سے ہندوستان کے خالی میدانوں کی طرف چل نکلے تو مذہبی خیالات بھی اپنی نسلوں کو (جنکا بقیہ ہندوستان کے پرانے باشندوں میں سے موجودہ ہندو ہیں) زبانی بتائے گئے اور جیسا کہ بچوں کو غیر مفید چیزوں سے مبالغہ کے ساتھ ڈرایا جاتا ہے اونکو بھی اونکے بڑے مذہبی خیالات کو ظاہری اسباب کی طرف لاکر اور نصیحت کو مؤثر بنانے کے خیال سے بعض فرضی باتیں شامل کر کے منتروں (اشعار) میں اونکو سمجھایا کرتے تھے بالآخر مذہبی خیالات کا تعلق اصل مرکز (خدا) سے ہٹ کر ظاہری اسباب دیوتا وغیرہ سے متعلق ہو گیا پس اونکی نسلیں جو ہندوستان میں آباد ہو گئیں اونکا علم ان ظاہری اسباب سے آگے بڑھا ہوا نہ رہا اور ان میں سے بعض کا یہ بھی خیال تھا کہ ہم برسات کے کیڑوں کی طرح سے پیدا ہوتے مرتے ہیں ایسے لوگ اُن میں ناستک (دہریئے) کہلاتے تھے اور ان میں جینی مذہب کے لوگ ویدوں کے اسوجہ سے منکر تھے کہ ان میں یگ (قربانی) کی ظالمانہ تعلیم ہے بلکہ آجتک اسی خیال سے وہ ویدوں کو بُرا خیال کرتے ہیں راجا اشوک جینی کے وقت انکا بڑا زور ہوا اُسنے ہندوؤں کو بُری طرح سے دبایا جنکے روک تھام اور پھر بے رحمی کی شرماشرمی سے ہندو قربانیوں کو علانیہ رسومات سے جنکو وہ بطور عبادت دیوتاؤں کے خوش کرنے کے لئے منظر عام پر ادا کرتے تھے تُرک کر گئے مگر گوشت خوری و شکار کا برابر دستور رہا منوسمرتی جو اُن کی شرع کی کتاب ہے اُس میں اون جانوروں کی تفصیل ہے جنکا گوشت کھانا حلال یا حرام ہے نیز اوس میں قصائی کے فرائض کا بیان ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ میں کثرت کے ساتھ ہندو قصائی تھے جو وہ اپنی دوکانوں پر گوشت فروخت کرتے اور تمام ہندو خریدتے تھے ۔ بالآخر راجہ اشوک لڑتا ہوا ایک ہندو راجہ کے ہاتھ سے دریائے نربدہ کے کنارے قتل ہو گیا پھر شنکر اچاریہ کی کوشش سے ہندوؤں نے جینیوں کا قتل عام کر دیا اور کچھ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے مگر ہندوؤں میں قربانی سے رُک جانے کی عادت بعد میں بھی قائم رہی البتہ مندروں میں یا بطور خود فرداً فرداً قربانی کی عادت ابتک بعض بعض جگہ جاری ہے بنارس میں اور خاص کر مندر جگناتھ میں جہاں انسانوں کی بڑی تعداد میں قربانی ہوتی تھی وہ عام طور پر بند ہو گئی مگر شوقیہ طور پر بطور خود جگناتھ جی کے آگے اب بھی بعض لوگ اپنے آپ کو قربان کر لیتے ہیں ۔ اونکا عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے سے قربان شدہ انسان کی اور نیز قربانی دینے والوں کی روحیں دیوتا لوک (عالم ملائکہ) میں پہونچ جاتی ہیں اس قسم کے اصل مرکز سے ہٹنے کے خیالات ہندوستان کے علاوہ تمام دنیا میں بھی موجود تھے مثلاً عرب کے لوگ ابراہیمی مذہب سے آگے نکل گئے تھے یہودیوں کا حال سب پر ظاہر ہے اور جب حضرت عیسیٰؑ مصر میں عرصہ دراز کی سکونت کے بعد یہود کی سرزمین بیت المقدس کے اطراف میں آئے اور شاندار معجزے دکھائے تو عام طور پر یہودنے اونکو تسلیم نہ کیا کہ یہ مصر سے جادو و شعبدے سیکھ کر آیا ہے و نیز بن باپ کی پیدائش کا بھی اعتراض تھا اور اعتراضات کا یہ سلسلہ آپکے بعد بھی جاری رہا پس آپکے بعد عیسائیوں نے اون کے جواب میں حضرت عیسیٰؑ کو بوجہ آپکے شاندار معجزات اوتار (انسانی صورت میں آیا ہوا خدا) یا خدا کا بیٹا مان لیا غرض مختلف رنگوں میں تمام اقوام دنیا نے مبالغوں سے کام لینا شروع کیا تھا اِن سب باتوں کی اصلاح کے لئے خدا نے قرآن نازل کیا تا کہ تمام اقوام دنیا پر نئے سِرے سے اصل دین اصلی صورت میں ظاہر ہو جائے اور سب اصل مرکز پر جمع ہو جائیں اور اس پر یقین کر کے اس کی ہدایتوں کے مطابق عمل کریں اور اس میں خدا نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم صرف خالص خدا کی عبادت کرو کہ صرف اوسی کی رضامندی و ناراضگی پر مرنے کے بعد تمام اچھے و بُرے نتائج موقوف ہیں تا کہ دنیا کی کش مکش و مرنے کے بعد آسمان کی بادشاہت و جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو سکو اور بتایا کہ ہر حالت میں ہر جاندار کے ساتھ اوسکا علم شامل ہے پس تم نادانی سے خدا کے اس ہدایت نامہ کا مقابلہ نکرو ۔ وید کے بعض اشلوک منتر (اشعار) ایسے بھی ہیں جنسے خدا کا وجود سمجھ میں آجاتا ہے مگر اوسکی بابت مختار کل ہونے کا ذکر نہیں ہے اِس قسم کے مبالغہ کے اشعار صرف ہندوؤں کے بزرگوں و شاعروں پر موقوف نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کی بعض شاعروں نے بھی اپنے بزرگوں کی تعریف میں بعض ایسے اشعار لکھے ہیں کہ خدا کا پتہ بھی رہنے نہیں دیا ہے بلکہ سارے عالم میں تصرف اور لینا دینا بس بزرگوں کے قبضہ قدرت میں بتایا ہے کہ جن کو جسوقت جاہل مسلمان پڑھتے ہیں تو سخت دھوکا کھا جاتے ہیں مگر یہاں یہ بات ضرور ہے کہ اسلام کی اصل کتاب قرآن و احادیث اور شرع کی کتابیں کامل طور پر محفوظ ہیں اسوجہ سے اونکی یہ گفتار چلنے نہیں پاتی ۔ اور بعض خوش عقیدہ لوگ اونکی اِس بے مناسب گفتار کی تاویل کر کے ٹھیک بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں حالانکہ ایسی شیطانی گفتار قرنِ صحابہ تابعین اور چاروں اماموں کے زمانوں میں جو خیر القرون تھے نہیں ہوئی تھی ۔ چاروں وید اگرچہ سنسکرت میں ہیں مگر اون کی زبان ایک دوسرے سے کافی طور پر برخلاف ہے کیونکہ وہ مختلف زبانوں کے شاعروں کے اشعار کے مجموعے ہیں اونکے ہر قصیدہ کے ساتھ اوسکے شاعر کا نام درج ہے یہ قصائد پراگندہ طور پر بطور یادگار صرف حفظ چلے آرہے تھے جن کو سب سے پہلے راجا اپرچر کے نواسے ستونتی کے بیٹے بید بیاس جی نے جو سنسکرت کے بڑے شاعر تھے بلحاظ زمانہ ترتیب دیکر چار کتابیں (بنام رگ وید ۔ یجر وید ۔ سام وید ۔ اتھربن وید) بنائیں جیسا کہ مہابھارت میں لکھا ہوا موجود ہے ۔ یہ لوگ پہلے پہل ہندوستان کے غیر آباد ملک میں اپنے مویشیوں کے ساتھ وسط ایشیا و اطراف بابل سے سفر کرتے ہوئے پشاور یا بلوچستان کی راہ سے داخل ہوئے تھے اسوجہ سے وید کے شاعروں نے اپنے قصائد میں دریائے اٹک اور اپنی مویشیوں کے لئے اوسکی چراگاہوں کی تعریف بیان کی ہے پھر عرصہ بعد جو اونکی نسلیں اپنی مویشیوں کو لئے ہوئے دریائے جمنا و گنگا تک پہونچیں تو اون کے شاعروں نے آخری وید کے قصیدوں میں انکی چراگاہوں کی تعریف بیان کی ہے اور چونکہ ان بچاروں کو معلوم نہ تھا کہ یہ دریا کیونکر جاری ہیں پس یہ خیال اسکے اشعار میں ظاہر کیا ہے کہ یہ فلاں دیوتا کے منہ سے نکلتے ہیں پس لکھا ہے کہ اوس دیوتا کی پرتش کرو تاریخ کے غیر موجود ہونے کی وجہ سے ان میں ایک یہ خیال تھا کہ سو برس کے گزرے ہوئے اپنے آبا و اجداد کو وہ ہزارہا برس کے قدیم بتا دیتے تھے اسوجہ سے آخری وید کے شاعروں نے اول وید کے شاعروں کو قدیم بتایا ہے یہ قدامت و عجائب پرستی کا خیال نسلی طور پر آجتک ہندوؤں میں موجود ہے اور بطور عجائبات یہ مشہور کیا گیا کہ یہ وید برہما کے منہ سے نکلے ہیں پھر بعد میں پوران لکھے گئے ہیں یہ بھی سب اشعار کے مجموعے ہیں ان میں سے ہر ایک کی بابت اوس کے ہونے سلسلہ اشعار میں یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بھی وید کی طرح سے برہما دیوتا کے منہ سے نکلی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے نزدیک شاعرانہ قوت کا نام بھی برہما دیوتا تھا یا اپنے خیال میں جس دیوتا کی پرستش سے اونکو ایسی طاقت حاصل ہوتی تھی اُسکو برہما کہتے تھے کیونکہ وید کے بعض قصائد اگنی اور سورج دیوتا کی طرف منسوب ہیں یہ صرف اسلئے کہ وہ اگنی (آگ) اور سورج کے شوق عبادت و محبت میں آکر اوسکی تعریف میں لکھے گئے ہیں ۔ غرض وہ لوگ ہر اُس چیز کو دیوتا خیال کرتے تھے اور اوسکی عبادت کرتے تھے جس سے نفع و نقصان کی امید ہو سکتی تھی جیسے آگ ۔ پانی ۔ سانپ ۔ سورج ۔ چاند ۔ زمین وغیرہ مگر ان سب باتوں کی پادری لفرائی اور اس کی جماعت نے توہمات اور شاہنامہ فردوسی کے طرز کے شاعرانہ خیالات بتا کر ہندوؤں کو اون کے دین سے بدظن کرنا شروع کیا اور ہندو کافی مقدار میں جنمیں شریف خاندانوں کے ہندو بھی شامل تھے عیسائی ہو گئے اوسکے مقابلہ میں پنڈت اندرمن مرادآبادی اور پنڈت دیانند وغیرہ نے مل کر بہتیرا زور مارا مگر کچھ نہ بنا بالآخر پنڈت دیانند نے لاچار ہو کر پورانوں اور تمام دیوتاؤں (برہما ۔ مہادیو ۔ بشن وغیرہ) اور تمام اوتاروں کی اصلیت سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ سب مصنوعی ہیں صرف ویدوں کا اسوجہ سے اقرار کیا کہ وہ پردے میں تھے کہ نہ تو وہ عام طور پر موجود تھے اور نہ اون کا ترجمہ تھا اور نہ بوجہ پرانی زبان ہونے کے عام طور پر کوئی سمجھ سکتا تھا البتہ اوسنے نیائے شاستر (منطق کی کتاب) مصنفہ گوتم کو یا اوسکے ہم زمانہ پنڈتوں نے جو یونانی منطق سے نقل کردہ چھ شاستر لکھے ہیں صرف انکو ہندو مذہب کی کتابیں بتایا پنجاب میں سکندر...... یونانی اور اوسکے نائبوں کی حکومت ڈیڑھ سو برس تک رہی اونکا دار الخلافہ لاہور تھا اون کے ساتھ آئے ہوئے یونانی حکیموں سے